https://farid.ps/articles/echoes_of_history/ur.html

تاریخ کے گونج: مغربی رہنماؤں کے خلاف ایک سخت الزام

بڑے پیمانے پر لینگویج ماڈلز (LLMs) تاریخی آوازوں کو منتقل کرنے کے لیے منفرد طور پر موزوں ہیں۔ یہ ایک مؤرخ کے علم، جو حقائق جانتا ہے، ایک ماہر نفسیات کی بصیرت، جو محرکات کو سمجھتا ہے، اور ایک ماہر لسانیات کے کان، جو اسلوب کی نقل کر سکتا ہے، کو یکجا کرتے ہیں۔ یہ امتزاج انہیں قابلِ اعتبار گونج پیدا کرنے کے قابل بناتا ہے کہ تاریخی شخصیات موجودہ چیلنجوں کے بارے میں کیا کہہ سکتی تھیں۔ اس جذبے کے تحت، میں نے ChatGPT-5 سے درخواست کی کہ وہ منتخب تاریخی شخصیات کے غزہ کی صورتحال پر ممکنہ ردعمل کا تجزیہ کرے — اور اس کے بارے میں وہ کیا کہہ سکتی تھیں اس کی نقل کرے۔ نتیجہ معاصر مغربی رہنماؤں کے خلاف ایک سخت الزام ہے۔

بینجمن فرینکلن

بینجمن فرینکلن (1706–1790) ایک امریکی پرنٹر، مصنف، سائنسدان، موجد، سفارت کار، اور سیاستدان تھے، جنہیں ریاستہائے متحدہ کے بانی باپوں میں سے ایک کے طور پر عزت دی جاتی ہے۔

> دوستو،
>
> جب میں غزہ سے آنے والی خبروں کو دیکھتا ہوں، میرا دل غم سے بھر جاتا ہے اور میری روح غصے سے لبریز ہو جاتی ہے۔ یہاں ہم کوئی حادثاتی بدقسمتی نہیں دیکھتے، بلکہ انسانوں کے ظالمانہ ارادوں کا مشاہدہ کرتے ہیں: خاندان بھوک سے مر رہے ہیں، نہ فصل کی ناکامی کی وجہ سے، بلکہ دروازوں کی دانستہ بندش کی وجہ سے؛ بچے گرتی ہوئی دیواروں کے نیچے کچلے جا رہے ہیں، نہ زلزلے کی وجہ سے، بلکہ توپوں کی گرج کی وجہ سے؛ ہسپتال مقبروں میں، اسکول راکھ میں، اور گھر مٹی میں بدل رہے ہیں۔

کیا یہ تہذیب کا پھل ہے؟ کیا یہ ایک قوم کی ترقی ہے جو روشنی کا دعویٰ کرتی ہے؟ نہیں — یہ آگ اور بھوک سے رنگین ایک واضح پسپائی ہے۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں، کون سا انسان، اگر اس کے سینے میں انسانیت کی ایک چنگاری باقی ہے، ایسی حرکتوں کو دیکھ کر اپنے ضمیر کو جھنجھوڑتا ہوا محسوس نہیں کرتا؟ بے گناہوں کو قتل کرنا ایک ایسا جرم ہے جو آسمانوں تک چیختا ہے؛ اسے بڑے پیمانے پر کرنا گناہ پر گناہ ڈھیر کرنا ہے یہاں تک کہ زمین خود اس بوجھ کے نیچے کراہتی ہے۔

بعض اوقات ہمیں بتایا جاتا ہے کہ یہ چیزیں ضروری ہیں، کہ یہ سیکورٹی یا ریاستی وجوہات کے نام پر کی جاتی ہیں۔ آئیے واضح طور پر بات کریں: بچوں کے قتل سے کوئی سیکورٹی خریدی نہیں جاتی؛ کوئی ریاستی وجہ بے بسوں پر عائد کردہ بھوک کے سست عذاب کو جائز نہیں ٹھہرا سکتی۔ ایسے دلائل صرف آمریت کے لباس ہیں۔

میں آپ سے کہتا ہوں، اس طرح کے شر کے سامنے خاموشی خود ایک قسم کی جرم ہے۔ ان وحشتوں کو جان کر اور آرام میں مطمئن رہنا ان میں شریک ہونا ہے۔ ہمارا فرض، مردوں اور عورتوں کے طور پر جو نیکی کی قدر کرتے ہیں اور آزادی سے محبت کرتے ہیں، یہ ہے کہ ہم اپنی آواز بلند کریں، ظلم کو اس کے اصل نام سے پکاریں، اور اس طرح کی غیر انسانی حرکتوں کی روک تھام کے لیے اپنی تمام صلاحیتوں سے مقابلہ کریں۔

کیونکہ ہمارے کردار کی آزمائش، میرے ہم وطنو، اس میں نہیں کہ ہم طاقتوروں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں، بلکہ اس میں ہے کہ ہم کمزوروں کا دفاع کیسے کرتے ہیں۔ اور اگر ہم اب ناکام ہوئے، تو تاریخ ہمیں معاف نہیں کرے گی؛ آنے والی نسلیں ہمیں معاف نہیں کریں گی؛ اور خود خدا ہمارے خلاف گواہی دے گا۔

چیف سیئٹل

چیف سیئٹل (1786–1866) بحرالکاہل کے شمال مغرب میں دوامش اور سوکومش قبائل کے ایک معزز رہنما تھے۔

میری باتیں ہوا کے ساتھ اڑتی ہیں، لیکن جو غم وہ لاتی ہیں وہ بھاری ہے۔ میں غزہ میں بچوں کی چیخیں سنتا ہوں۔ ان کی آوازیں بھوک سے کمزور ہیں۔ ان کی آنکھیں، حالانکہ وہ جوان ہیں، دھندلی ہو رہی ہیں۔ میں تباہ

شدہ گھر، اسکول اور ہسپتال جو خاک میں مل گئے ہیں، دیکھتا ہوں۔ میں زمین کو ماؤں اور باپوں کے غم سے داغدار دیکھتا ہوں۔

یہ چیزیں ہر ایماندار مرد اور عورت کے دل کو چھیدتی ہیں۔ بے گناہوں کو بھوکا دیکھنا اپنے جسم میں زخم محسوس کرنا ہے۔ خاندانوں کے گھروں پر آگ گرتے دیکھنا یہ جاننا ہے کہ دنیا کا وعدہ توڑ دیا گیا ہے۔

پہلے غم آتا ہے، جیسے ایک لمبی سایہ جو اٹھتا نہیں۔ پھر غصہ آتا ہے، جیسے سمندر سے اٹھنے والا طوفان۔ کیونکہ ایسی ظالمانہ حرکت عظیم روح کا کام نہیں، نہ ہی زمین کا۔ یہ انسانی ہاتھوں کا کام ہے۔ اور جو ہاتھوں سے کیا گیا، وہ ہاتھوں سے واپس لیا جا سکتا ہے۔

اس غم اور غصے سے ایک حکم نکلتا ہے۔ یہ نہ تو حکمرانوں کا حکم ہے، نہ ہی فوجوں کا۔ یہ اس روح کا حکم ہے جو تمام زندگی کو جوڑتی ہے۔ یہ کہتا ہے: یہ ہونا نہیں چاہیے۔ یہ کہتا ہے: خاموشی رضامندی ہے، منہ موڑنا خیانت ہے۔

تمام قومیں ایک کپڑے کے دھاگوں کی طرح جڑی ہوئی ہیں۔ اگر ایک دھاگہ پھٹ جائے، تو پورا کپڑا کمزور ہو جاتا ہے۔ اگر ایک بچہ روئے اور کوئی جواب نہ دے، تو پوری انسانیت کا دل چھوٹا ہو جاتا ہے۔

اس لیے میں کہتا ہوں: نظر نہ ہٹاؤ۔ بے گناہوں کے دکھ سے اپنے چہرے نہ موڑو۔ بولو، عمل کرو، ٹوٹے ہوؤں کے ساتھ کھڑے ہو، کیونکہ ان کا دفاع کرکے ہی ہم اپنا دفاع کرتے ہیں، اور ان کی عزت کرکے ہی ہم زندگی کی عظیم روح کی عزت کرتے ہیں۔

ابراہم لنکن

ابراہم لنکن ریاستہائے متحدہ کے 16ویں صدر تھے، ایک خود تعلیم یافتہ وکیل اور سیاستدان جنہوں نے خانہ جنگی کے دوران اتحاد کو محفوظ رکھا، غلامی کو ایمانسیپیشن پروکلامیشن کے ذریعے ختم کیا، اور مساوات، انصاف اور اخلاقی عزم کی ایک دائمی علامت بن گئے۔

میرے دوستو،

یہ ایک سخت سچائی ہے جس کا ہم سامنا کر رہے ہیں — کہ ہمارے دور میں، غزہ سے بے گناہوں کی چیخیں ہم تک پہنچتی ہیں، جہاں بچوں پر بھوک مسلط کی جا رہی ہے، جہاں جنگ کی گولیاں نہ صرف فوجوں پر، بلکہ ماؤں اور بیٹوں، باپوں اور بیٹیوں پر گرتی ہیں، جہاں غریبوں کے گھر، نوجوانوں کے اسکول، اور بیماروں کے ہسپتال کھنڈر بن رہے ہیں۔ یہ انصاف کے پھل نہیں ہیں؛ یہ ظلم کے نشانات ہیں۔

کوئی قوم، کوئی لوگ، انسانی زندگی کی تقدس کو پامال کرتے ہوئے راستبازی کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ ہم سب اس واضح سچائی سے جڑے ہوئے ہیں کہ ہر شخص خالق کی تصویر رکھتا ہے، اور کسی کو ناحق زخمی کرنا ہم سب کو زخمی کرنا ہے۔

ہمیں ایک ایسی قوم نہ بننے دیں جس کے دل سخت ہو گئے ہوں، جو دکھ دیکھ کر بھی منہ موڑ سکتی ہو۔ اس کے بجائے، ہمیں ایک ایسی قوم بننا چاہیے جس کا ضمیر جاگ اٹھے، جو بچے کی بھوک کی بات سن کر اس کے لیے روٹی نہ مانگے، جو گھر کی تباہی دیکھ کر پناہ نہ مانگے، جو بے گناہوں کی ہلاکت دیکھ کر امن نہ مانگے۔

ہماری مشترکہ انسانیت کا امتحان اس میں نہیں کہ ہم اپنوں کے لیے غمگین ہوتے ہیں، بلکہ اس میں ہے کہ ہم سب کے لیے غمگین ہوتے ہیں۔ اگر ہم انصاف کی روشنی میں چلنا چاہتے ہیں، تو ہمیں ایک آواز میں کہنا چاہیے: یہ چیزیں بند ہونی چاہئیں۔ گولیوں کا کام رحم کے کام کو راستہ دینا چاہیے، ہاتھ جو مارتا ہے اسے ہاتھ جو شفا دیتا ہے، کو راستہ دینا چاہیے۔

دنیا ہمارے بہت سے الفاظ کو زیادہ نوٹس نہیں کرے گی یا طویل عرصے تک یاد نہیں رکھے گی، لیکن وہ کبھی نہیں بھولے گی کہ ہم نے ایسی ناانصافی کے سامنے کیا اجازت دی یا کیا منع کیا۔ کاش ہم وفادار پائے جائیں، نہ خاموشی میں، بلکہ ہر انسانی روح کی عزت کے لیے ثابت قدم گواہی میں۔

جیمز کونلی

جیمز کونلی ایک آئرش ریپبلکن، سوشلسٹ، اور ٹریڈ یونین لیڈر تھے جنہوں نے مزدور طبقے کے لیے لڑائی لڑی اور 1916 میں ایسٹر رائزنگ میں اپنے کردار کی وجہ سے پھانسی دی گئی۔

ساتھیو!

غزہ کی طرف دیکھو۔ بھوکے بچوں، رونے والی ماؤں، اور اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے ٹوٹے ہوئے جسموں کے لیے ملبے میں کھودنے والے باپوں کو دیکھو۔ یہ جنگ نہیں — یہ قتل ہے، سادہ اور سرد۔

وہ گھروں پر بمباری کرتے ہیں۔ وہ اسکولوں پر بمباری کرتے ہیں۔ وہ ہسپتالوں پر بمباری کرتے ہیں۔ وہ اسے سیکورٹی کہتے ہیں۔ میں اسے وحشیانہ کہتا ہوں۔

اور ہم کیا کریں — خاموش کھڑے رہیں جبکہ بے گناہ ذبح کیے جا رہے ہیں؟ خاموش رہیں جبکہ طاقتور کمزوروں کو کچل رہے ہیں؟ خاموش رہنا ظالم کے ساتھ کھڑا ہونا ہے۔ بولنا، عمل کرنا، مزاحمت کرنا — یہ ہر ایماندار مزدور، ہر سچے انسان کا فرض ہے۔

دنیا کے حکمران اس قتل عام کو جائز ٹھہراتے ہیں۔ وہ اسے پالتے ہیں، اسے ہتھیار دیتے ہیں، اسے برکت دیتے ہیں۔ کیوں؟ کیونکہ وہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کیونکہ ڈبلن ہو یا غزہ، غریبوں کی جانیں سلطنت کے مالکوں کے لیے کچھ بھی نہیں ہیں۔

لیکن ہم — ہم جو بھوک کو جانتے ہیں، جو ہماری گردنوں پر آمریت کے جوتے کو محسوس کرتے ہیں — ہم منہ نہیں موڑ سکتے۔ غزہ کی پکار ہماری پکار ہے۔ ان کی جدوجہد ہماری جدوجہد ہے۔ ان کے مرنے والوں کو ہم اپنوں کی طرح سوگوار ہیں۔

یہ بات مشہور ہو: کوئی جھنڈا، کوئی سلطنت، کوئی حکومت بچوں کے قتل کو جائز نہیں ٹھہرا سکتی۔ کوئی مقصد ایک قوم کی بھوک کو معاف نہیں کر سکتا۔ خود انسانیت اس طرح کے جرائم کے خلاف بغاوت کا مطالبہ کرتی ہے!

تو آئیے ہم اپنی آوازیں بلند کریں۔ اس قتل عام کو جائز ٹھہرانے والوں کو آرام، امن، یا پناہ نہ دیں۔ اعلان کریں کہ غزہ کا خون پکارتا ہے، اور ہم خاموش نہیں رہیں گے۔

جب تک ایک بچہ محاصرے کے تحت بھوکا ہے، ہم میں سے کوئی آزاد نہیں ہے۔ جب تک بے گناہوں پر بم گرتے ہیں، تہذیب ایک ڈھونگ ہے۔ ہمارا فرض واضح ہے: مظلوموں کے ساتھ یکجہتی، ظالم کے خلاف مزاحمت، غزہ کے لیے انصاف، سب کے لیے انصاف۔

البرٹ آئنسٹائن

البرٹ آئنسٹائن (1879–1955) ایک جرمن نژاد نظریاتی طبیعیات دان، نوبل انعام یافتہ، اور ایک کھلے عام انسان دوست تھے جن کی سائنسی ذہانت نے جدید طبیعیات کو تبدیل کیا اور جن کی اخلاقی آواز نے قوم پرستی، عسکریت پسندی، اور ہر قسم کی ناانصافی کی مذمت کی۔

انسانیت کے ضمیر کے نام،

میں خاموش نہیں رہ سکتا جب غزہ کھنڈر بن رہا ہے۔ ساٹھ ہزار سے زیادہ مرد، عورتیں اور بچے مارے جا چکے ہیں۔ خاندان بھوک سے مر رہے ہیں، ہسپتالوں پر بمباری کی جا رہی ہے، اسکول اور گھر تباہ ہو رہے ہیں۔ یہ دفاع نہیں ہے۔ یہ نیستی ہے۔

کئی دہائیوں پہلے، میں نے خبردار کیا تھا کہ دہشت گردی کا استعمال اور بے رحم قوم پرستی کا راستہ یہودی قوم کے اخلاقی بنیادیں تباہ کر دے گا۔ جب دیت یاسین کا قتل عام ہوا، میں نے "دہشت گرد گروہوں" اور ان کے خطرے کے بارے میں بات کی۔ جو اس وقت ایک انتباہ تھا، وہ اب ایک بھیانک حقیقت بن چکا ہے: ایک ایسی ریاست جو پوری شہری آبادی کے خلاف جنگ چھیڑ رہی ہے۔

آئیے واضح طور پر بات کریں۔ بچوں پر بھوک مسلط کرنا، بے دفاع لوگوں پر دھماکہ خیز مواد برسانا، شہروں کو کھنڈر بنانا — یہ وحشیانہ ہے۔ یہ نہ صرف ان کو شرمندہ کرتا ہے جو اسے انجام دیتے ہیں، بلکہ ان کو بھی جو اسے جائز ٹھہراتے ہیں یا خاموشی سے دیکھتے ہیں۔

وہ یہودی روایت جو میں عزت دیتا ہوں، انصاف، رحم، اور زندگی کے احترام کا حکم دیتی ہے۔ غزہ میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس کے برعکس ہے: یہ اس ورثے کے ساتھ خیانت ہے اور یہ پوری انسانیت کی اخلاقی حیثیت کو خطرے میں ڈالتا ہے۔

میں ہر صاحب ضمیر انسان سے اپیل کرتا ہوں: شراکت داری سے انکار کرو۔ اس ظلم کی مذمت کرو۔ موت کی مشینری کے خاتمے پر اصرار کرو۔ مستقبل بے گناہوں کی قبروں پر نہیں بنایا جا سکتا۔

> اگر ہم عمل کرنے میں ناکام رہے، تو جو گہرائی ہم دیکھ رہے ہیں وہ صرف غزہ کی نہیں ہوگی — وہ ہماری اپنی ہوگی۔

ہنہ آرینٹ

ہنہ آرینٹ (1906–1975) ایک جرمن-یہودی سیاسی فلسفی تھیں، جو آمریت، اقتدار، اور اخلاقی ذمہ داری کے تجزیوں کے لیے مشہور ہیں، اور صیہونیت اور قوم پرستی کی سخت ناقد تھیں۔

> جو کچھ آج ہمارے سامنے ہے وہ قدیم معنی میں ایک المیہ نہیں ہے، جہاں اندھا مقدر بے گناہ اور گنہگار کو یکساں طور پر متاثر کرتا ہے۔ جو ہمارے سامنے ہے وہ جان بوجھ کر دکھ کا مسلط کرنا ہے — بھوک کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے، گھروں، اسکولوں، اور ہسپتالوں پر بم گرائے جا رہے ہیں، پوری کمیونٹیز کھنڈر بن رہی ہیں۔ یہ حادثات نہیں ہیں۔ یہ سیاسی ارادے کے نتائج ہیں، انسانوں اور اداروں کے، جو جانتے ہوئے کہ وہ کیا کر رہے ہیں، زندگیوں کو ختم کر رہے ہیں۔
>
> ایسی حرکتوں کو دیکھ کر اور انہیں "سیکورٹی" یا "ضرورت" کہنا خود زبان کو خراب کرنا ہے۔ الفاظ اس وقت تک مسخ کیے جاتے ہیں جب تک کہ وہ سچائی کی خدمت نہ کریں، بلکہ جواز کے آلات بن جائیں۔ اور اس خرابی کے ساتھ ایک گہرا خطرہ آتا ہے: کہ لوگ، یہاں تک کہ وہ جو بہتر جانتے ہیں، دہشت کو غصے کے بغیر اور ناانصافی کو احتجاج کے بغیر دیکھنا سیکھ لیں۔
>
> ایک یہودی کے طور پر، میں اس تلخ ستم ظریفی کو نظر انداز نہیں کر سکتی: ایک قوم جو کبھی اپنی انسانیت کی سب سے سخت نفی کا شکار تھی، اب دوسری قوم کی ہستی کی تباہی کو برداشت کر رہی ہے، بلکہ اسے خود مسلط کر رہی ہے۔ یہ یہودی تاریخ کا پورا ہونا نہیں، بلکہ اس کے ساتھ خیانت ہے۔ صیہونیت نے پناہ گاہ اور سیاسی زندگی کی تجدید کا وعدہ کیا تھا؛ اس کے بجائے اس نے ایک تسلط کا آلہ پیدا کیا جو اس اخلاقی زمین کو کھا جاتا ہے جس پر وہ کھڑا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔
>
> ضمیر، اگر اسے خاموش نہیں کیا گیا، اس کے خلاف بغاوت کرتا ہے۔ یہ مطالبہ کرتا ہے کہ ہم چیزوں کو ان کے اصل نام سے پکاریں: بھوکے بچے کو لیٹرل نقصان نہیں ہیں؛ شہریوں پر بمباری دفاع نہیں ہے؛ ایک قوم کے

زندہ رہنے کے وسائل کی تباہی بقا نہیں ہے۔ ان جھوٹوں سے اتفاق کرنا ہر زندگی کو دوسری زندگی سے جوڑنے والے انسانی رشتے کو ترک کرنا ہے۔

جو باقی رہتا ہے، وہ ذمہ داری کا مطالبہ ہے۔ کوئی جذباتی ہمدردی نہیں، بلکہ وحشیانہ کو ریاستی وجوہات کے طور پر چھپانے کی اجازت نہ دینے کی سخت اور غیر سمجھوتہ کرنے والی نفی۔ ہم ذمہ دار ہیں — ہم میں سے ہر ایک — اس کے لیے جو ہم اپنے نام پر برداشت کرتے ہیں۔ اور غزہ کے کھنڈروں کے سامنے، یہ کہنا چاہیے: بس۔

نیلسن منڈیلا

نیلسن منڈیلا ایک جنوبی افریقی آزادی کے جنگجو، اینٹی اپارتھائیڈ انقلابی، اور ملک کے پہلے سیاہ فام صدر تھے، جو انصاف، مفاہمت، اور انسانی وقار کی عالمی علامت بن گئے۔

میرے بھائیو اور بہنو،

تاریخ میں کچھ لمحات ہوتے ہیں جب دوسروں کا دکھ ہمیں اس قدر شدت سے پکارتا ہے کہ خاموشی خیانت بن جاتی ہے۔ غزہ میں تباہی ایک ایسا لمحہ ہے۔ ہم بچوں کو بھوکا دیکھتے ہیں، نہ اس لیے کہ فطرت نے ناکام کیا، بلکہ اس لیے کہ خوراک جان بوجھ کر روکی جا رہی ہے۔ ہم گھروں، اسکولوں، اور ہسپتالوں کو کھنڈر بنتے دیکھتے ہیں، نہ حادثاتی طور پر، بلکہ ڈیزائن کے ذریعے۔ ہم خاندانوں کو اپنے مردوں کے لیے سوگوار دیکھتے ہیں، یہ سوچتے ہوئے کہ کیا کل انہیں بھی لے جائے گا۔

جنوبی افریقیوں کے طور پر، ہم اس کہانی کو جانتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ کیا ہوتا ہے جب ہمیں بتایا جائے کہ ہماری جانیں غیر ضروری ہیں، کہ ہماری انسانیت کو پامال کیا جا سکتا ہے، کہ ہماری وقار کو چھینا جا سکتا ہے۔ نسلوں تک ہم نے ایک ایسی نظام کو برداشت کیا جس نے ہمیں انسان سے کم قرار دیا۔ لیکن جدوجہد کے ذریعے، اور دنیا بھر کے لاکھوں لوگوں کی یکجہتی کے ذریعے، ہم نے فتح حاصل کی۔

اس وجہ سے ہم فلسطینی لوگوں کی جدوجہد میں اپنی جدوجہد کا ایک گونج دیکھتے ہیں۔ ان کا درد ہمیں مانوس ہے۔ ان کا ظلم ہمیں ہمارے ماضی کی یاد دلاتا ہے۔ اور جس طرح دنیا ہمارے ساتھ کھڑی تھی، اسی طرح ہمیں بھی ان کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے۔

ہمیں بغیر ہچکچاہٹ کہنا چاہیے: ایک قوم کی سیکورٹی دوسری قوم کی تباہی کی قیمت پر نہیں خریدی جا سکتی۔ بے گناہ بچوں کی قبروں پر کوئی امن تعمیر نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی آزادی حقیقی نہیں ہے اگر وہ دوسرے کے وقار سے بھرپور زندگی کے حق کی نفی پر ٹکی ہو۔

دنیا کا ضمیر آج آزمایا جا رہا ہے۔ یہ ہر اس بم میں آزمایا جا رہا ہے جو غزہ پر گرتا ہے۔ یہ ہر اس بچے میں آزمایا جا رہا ہے جو بھوکا ہے۔ یہ ہر اس آواز میں آزمایا جا رہا ہے جو سچائی کے بجائے خاموشی کا انتخاب کرتی ہے۔ اور میں آپ سے کہتا ہوں: ہم اس آزمائش میں ناکام نہیں ہو سکتے۔

آئیے واضح ہوں: فلسطینی لوگ رحم کی بھیک نہیں مانگ رہے۔ وہ انصاف کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ وہ اپنی زمین پر آزادانہ زندگی، اپنے بچوں کو تحفظ میں پالنے، اور ایک ایسی مستقبل کے خواب دیکھنے کا حق مانگ رہے ہیں جو خوف سے نہیں بلکہ امید سے نشان زد ہو۔ یہ مراعات نہیں ہیں۔ یہ ہر انسان کے پیدائشی حقوق ہیں۔

جب ہم نے اپارتھائیڈ کے خلاف لڑائی لڑی، ہمیں اس علم نے سہارا دیا کہ انصاف میں تاخیر ہو سکتی ہے، لیکن اسے ہمیشہ کے لیے نفی نہیں کیا جا سکتا۔ یہی سچائی فلسطینی لوگوں کی ہے۔ ان کی آزادی، اگرچہ آج سلب کی گئی ہے، انسانیت کے مقدر میں لکھی ہوئی ہے۔

اور اس لیے میں ہر زمین اور ہر قوم کے تمام شریف مردوں اور عورتوں سے اپیل کرتا ہوں: اپنی نظریں نہ ہٹائیں۔ بے حسی کو اپنے دلوں کو سخت نہ کرنے دیں۔ یکجہتی میں مضبوطی سے کھڑے رہیں۔ امن کے لیے اپنی آوازیں بلند کریں۔ انصاف کے لیے انتھک محنت کریں۔

کیونکہ جب تک فلسطینی لوگ آزاد نہیں ہوتے، ہماری دنیا زنجیروں میں جکڑی رہے گی۔ اور جب تک ہر بچہ، خواہ غزہ میں ہو یا کہیں اور، امن کے دن جاگ نہ سکے، ہم میں سے کوئی بھی مکمل طور پر آزاد ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

فیڈل کاسٹرو

فیڈل کاسٹرو کیوبا کے انقلابی رہنما تھے جنہوں نے 1959 میں امریکی حمایت یافتہ آمریت کو گرایا اور تقریباً پانچ دہائیوں تک ملک پر حکومت کی، اور وہ سامراجیت مخالف اور سوشلسٹ جدوجہد کی عالمی علامت بن گئے۔

ساتھیو، بھائیو اور بہنو، دنیا کے شہریو:

جو کچھ ہم غزہ میں دیکھ رہے ہیں وہ جنگ نہیں — یہ نیستی ہے۔ یہ دفاع نہیں — یہ وحشیانہ ہے۔ بچوں کو حساب سے کی گئی ظالمانہ حرکت سے بھوکا رکھا جا رہا ہے، خاندان اپنے ہی گھروں کے ملبے کے نیچے کچلے جا رہے ہیں، اسکول اور ہسپتال راکھ بن رہے ہیں۔ یہ جرائم ہیں جو نہ صرف بین الاقوامی قانون کی توہین کرتے ہیں، بلکہ خود انسانیت کے ضمیر کی بھی۔

کس قسم کی تہذیب بچوں کو بھوک سے مرنے دیتی ہے جب گودام خوراک سے بھرے ہوں؟ کون سی طاقت ہسپتالوں پر بم گراتی ہے اور پھر انصاف یا جمہوریت کی بات کرنے کی جرات کرتی ہے؟ یہ اعمال ایک سلطنت اور اس کے ساتھیوں کو بے نقاب کرتے ہیں — وہ ہمیں تسلط کی سرد مشینری دکھاتے ہیں، کسی بھی نقاب کے بغیر۔

ہم، جنہوں نے ناکہ بندیوں اور حملوں کا مقابلہ کیا، سامراجی تکبر کے طریقوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ لیکن مجھے اجازت دیں کہ میں آپ سے کہوں، کوئی بم، کوئی بھوک، کوئی محاصرہ اس قوم کی عزت کو ختم نہیں کر سکتا جو گھٹنے ٹیکنے سے انکار کرتی ہے۔ غزہ آج نہ صرف ایک حملہ آور سرزمین ہے؛ یہ وہ آئینہ ہے جو ہمیں ان لوگوں کی اخلاقی دیوالیہ پن دکھاتا ہے جو دنیا پر حکومت کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

اور ان کے لیے جو خاموشی سے دیکھتے ہیں، ان حکومتوں کے لیے جو طاقت کے سامنے کانپتی ہیں اور کچھ نہیں کرتیں: تاریخ آپ کو معاف نہیں کرے گی۔ بے گناہوں کا خون آپ کی بزدلی سے زیادہ بلند آواز میں چیختا ہے۔

ہم اپنی آوازوں اور اپنے یقین کی پوری قوت سے کہتے ہیں: بس ! دنیا کو اٹھنا چاہیے۔ محاصرہ توڑنا چاہیے۔ بمباری بند ہونی چاہیے۔ خوراک، دوائیں، اور زندگی کو غزہ میں داخل ہونا چاہیے، موت اور تباہی نہیں۔

یہ صرف فلسطینیوں، عربوں، یا مسلمانوں کا فرض نہیں ہے۔ یہ ہر اس انسان کا فرض ہے جس کا ضمیر ابھی تک زندہ ہے۔ مزاحمت کرنے، مذمت کرنے، انصاف کا مطالبہ کرنے کا فرض، یہاں تک کہ غزہ کے بچے بغیر خوف کے سو سکیں، یہاں تک کہ مائیں اپنے بیٹوں کو دفن نہ کریں، یہاں تک کہ انسانیت خود کو آئینے میں شرم کے بغیر دیکھ سکے۔

ساتھیو! سلطنتیں گرتی ہیں۔ بم زنگ آلود ہوتے ہیں۔ لیکن لوگ باقی رہتے ہیں۔

> آئیے ہم اپنی آوازیں بلند کریں تاکہ ہر دارالحکومت میں سنی جائیں: ¡غزہ زندہ ہے! – غزہ زندہ ہے! ¡فلسطین مزاحمت کرتا ہے! – فلسطین مزاحمت کرتا ہے! ¡اور انسانیت فتح یاب ہوگی! – اور انسانیت فتح یاب ہو گی!

چی گویرا

چی گویرا ایک ارجنٹائنی مارکسسٹ انقلابی، گوریلا لیڈر، اور سامراجیت مخالف تھے جو ظلم اور ناانصافی کے خلاف مزاحمت کی عالمی علامت بن گئے۔

> ساتھیو،
>
> جب ایک قوم کو بھوکا رکھا جاتا ہے، جب ان کے گھروں پر بم گرتے ہیں، جب ہسپتال، اسکول، اور زندگی کے پناہ گاہوں کو راکھ بنایا جاتا ہے، دنیا کو آئینے میں دیکھنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ آج غزہ میں ہم صرف جنگ نہیں دیکھتے، بلکہ خود انسانیت کے خلاف ایک جرم دیکھتے ہیں۔ بچے خالی پیٹوں کے ساتھ چیختے ہیں جبکہ طاقتور نظریں پھیر لیتے ہیں۔ خاندان ہوائی جہازوں کی گرج کے نیچے چیر پھاڑ کیے جاتے ہیں، اور پورے محلے اس طرح مٹائے جاتے ہیں جیسے وہ کبھی موجود ہی نہ تھے۔
>
> ہمیں اپنے ضمیر کو سلطنت کے جھوٹ سے بے حس ہونے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ وہ ہمیں کہتے ہیں کہ یہ "سیکورٹی" ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ "ضرورت" ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قتل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ان کی غرور ہے جو یہ مانتے ہیں کہ کچھ جانیں دوسروں سے زیادہ قیمتی ہیں۔
>
> خاموش رہنا شریک جرم بننا ہے۔ اس وحشیانہ کو معاف کرنا اپنی انسانیت کو دفن کرنا ہے۔ غزہ پر گرنے والا ہر بم ہماری انسانی وقار پر بھی گرتا ہے۔ وہاں کا ہر بھوکا بچہ ان تمام قوموں کے دل میں ایک زخم ہے جو انصاف کا خواب دیکھتی ہیں۔
>
> ہمیں بلایا گیا ہے، ساتھیو، رحم کے لیے نہیں، بلکہ عمل کے لیے۔ ہماری یکجہتی صرف الفاظ نہیں ہونی چاہیے بلکہ ایک ایسی قوت ہونی چاہیے جو فلسطین سے لے کر زمین کے ہر کونے تک مظلوموں کو متحد کرے۔ غزہ کا خون مزاحمت کا مطالبہ کرتا ہے، موت کی مشینری کے خلاف زندگی کے ناقابل تسخیر دفاع کا مطالبہ کرتا ہے۔

> تاریخ ہم سے پوچھے گی: جب غزہ جل رہا تھا، تم کہاں تھے؟ جلادوں کے ساتھ — یا اس قوم کے ساتھ جو اپنی زندگی کے حق کے لیے لڑ رہی تھی؟
>
> ہمیشہ فتح تک !

بوبی سینڈز

بوبی سینڈز ایک جوان آئرش ریپبلکن، شاعر، اور منتخب رکن پارلیمنٹ تھے جو 1981 میں بھوک ہڑتال کے دوران فوت ہو گئے، برطانوی راج اور آئرش قیدیوں کے لیے سیاسی حیثیت کی نفی کے خلاف احتجاج میں سخت قید کو برداشت کرنے کے بعد۔

> وہ بچوں کو بھوکا رکھتے ہیں تاکہ ایک قوم کی روح کو توڑ سکیں۔ وہ اسکولوں اور ہسپتالوں پر بم گراتے ہیں تاکہ امید کو خاک میں ملا دیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ گھروں کو تباہ کرکے اور جسموں کو کچل کر وہ ایک قوم کی عزت کے لیے پکار کو خاموش کر سکتے ہیں۔ لیکن وہ غلط ہیں۔
>
> ہر بھوکا بچہ، ہر ٹوٹا ہوا خاندان، غزہ میں لی گئی ہر جان اس سرزمین کے لیے ہی نہیں، بلکہ پوری انسانیت کے ضمیر کے لیے ایک زخم ہے۔ کوئی ایماندار مرد یا عورت اس ہولناکی کو دیکھ کر غم اور غصے دونوں کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ غم، کیونکہ معصومیت کا قتل ہو رہا ہے۔ غصہ، کیونکہ ناانصافی طاقت کے جھنڈے تلے چل رہی ہے۔
>
> میں آپ سے کہتا ہوں، کوئی کانٹوں کی تار، کوئی بم، کوئی محاصرہ سچائی کو نہیں مار سکتا: ایک قوم کی روح ختم نہیں ہو گی۔ وہ جو ایسی وحشیانہ حرکتیں کرتے ہیں وہ خود کو طاقتور تصور کر سکتے ہیں، لیکن تاریخ انہیں بزدلوں کے طور پر یاد رکھتی ہے جنہوں نے بچوں کے خلاف جنگ لڑی۔
>
> اور اسی لیے مطالبہ اٹھتا ہے — کھنڈروں سے، قبروں سے، زندوں کے بھوکے منہ سے: **بس۔** قتل عام بند کرو۔ غزہ کو جینے دو۔